باب دوم

نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بعثت سے قبل اہلِ ایمان کی آزمائشیں

باب دوم

نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بعثت سے قبل اہلِ ایمان کی آزمائشیں

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بعثت سے قبل اللہ کے ماننے والے: یہ گمان مناسب نہیں کہ اللہ، رسولوں، اللہ کی نازل کردہ کتابوں اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بعثت سے پہلے موجود نہیں تھے، خود اہلِ مکہ اللہ کو مانتے، اُس کے گھر کا طواف کرتے اور ابراہیم واسماعیل جیسے برگزیدہ انبیاء کی اولاد ہونے پر فخر کرتے تھے، اسی طرح یہود اور نصاریٰ [موجودہ عیسائی] بھی اللہ، رسولوں، اللہ کی نازل کردہ کتابوں اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے تھے؛ اِن تمام گروہوں سے توقع تھی کہ وہ آنے والے نبی کا استقبال کریں گے۔ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بعثت کے بعد اہلِ مکہ نے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور آپؐ کے رفقا کو شدید آزمائشوں میں ڈالا، لیکن یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ اہلِ ایمان پر ایمان کے سبب مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہوں، بلکہ اس سے زیادہ شدید آزمائشوں سے تو اصحاب الاخدود یعنی نصاریٰ، جنھوں نے آگ سے بھری خندقوں میں جان دی اور اُن کے علاوہ حجاز اور اس کے نواح میں بہت سے یہود اور خصوصاً نصاریٰ گزر چکے تھے۔ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سیرت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ایمان کی حفاظت کی خاطر اِن آزمائشوں سے گزرنے والوں کے بھی حالات نظر میں ہوں، اسی لیے سیرت کے سب سے معتبر منبع یعنی قرآن مجید نے بھی اِن کا تذکرہ کیا ہے۔

حجاز اور اس کے نواح کی تاریخ: نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سیرت سے ایک مختصر تعارف حاصل کرنے کے لیے حجاز کی تاریخ سے تھوڑی ہی سہی مگر آگہی ضروری ہے۔ یہ بات علم میں آچکی ہے کہ ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے اسمٰعیل عَلَيْهِ السَّلَام کو مکہ میں آباد کیا، یہاں آپ کی اولاد خوب پھلی پھولی اور یمن تک پہنچ گئی اور اوپر اردن کے قریب تک۔ اردن میں ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے اپنے بھتیجے لوط عَلَيْهِ السَّلَام کو دین کی تبلیغ واشاعت پر مامور کیا تھا۔ یہاں کے لوگوں نے آپ کی بات نہ مانی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی قوم کو ان کے شرک اور دیگر بداعمالیوں خصوصاً ہم جنسی کی پاداش میں پتھر برسا کر ہلاک کر دیا اور ان ہلاک ہونے والوں میں آپ

کی بیوی [۱۳] بھی شامل تھی۔ بعض روایات کے مطابق بحیرہ مردار جو دنیا کا انتہائی کثیف پانی والا سمندر ہے، اتنا کثیف کہ اس پر انسان ڈوبنے کا خطرہ مول لیے بغیر بہ آسانی لوٹیں (floating) لگا سکتا ہے، کہتے ہیں کہ یہ کثافت اس میں ان کثیف لوگوں کے ڈوبنے کی وجہ سے پیدا ہوئی، راقم کا اِس پر سے گزر ہوا مگر وہ قریب نہیں گیا کہ دوستوں کا خیال تھا کہ عذاب شدہ بستیوں پر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ قریب ہی میں پیٹرا کے کھنڈرات [۱۴] ہیں جو دنیا کے آٹھویں عجوبے شمار ہوتے ہیں۔

اس بات کا بھی تذکرہ ہو چکا ہے کہ اِسحاق علیہ السلام فلسطین کے قریب شامی علاقے میں آباد کیے گئے، یہاں سے اُن کے بیٹے یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کی دعوت پر مصر تشریف لے گئے اور پھر یہاں اُن کی اولاد میں بہت برکت ہوئی، یوں طویل عرصے تک بنی اسرائیلی مصر پر غالب و حکمران رہے اور پھر قبطیوں نے اِن پر قابو پالیا اور ان کو غلام بنا لیا اور یہ ذِلّت کی زندگی

صالح، سلیمان، شعیب، لوط اور یونس علیہم السلام کی بعثت کے

۱۳ لوط علیہ السلام کی بیوی ایک باحیا خاتون تھیں، وہ اپنے شرک کے سبب عذاب کی سزاوار بنیں نہ کہ فحش کاموں کی بنا پر۔

۱۴ یہ بھی قدیم برباد قوموں کی باقیات ہیں، عربی میں بطراء کہا جاتا ہے، قوم ثمود کی وہ بستی ہے جو عذاب الٰہی سے بچ جانے والوں نے صدیوں بعد مدائن صالح کے طرز پر بسائی۔

گزارنے لگے، جس طرح جنگِ عظیم اوّل سے قبل بیش تر مسلم ممالک یورپی ممالک کے غلام بن گئے تھے اور اب بھی باوجود نام نہاد جغرافیائی آزادی کے معاشی اور تہذیبی غلامی کا شکار ہیں۔

یہ ابراہیم علیہ السلام کے انتقال کے تقریباً ۵۰۰ برس بعد کی بات ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کو راہِ ہدایت دکھانے اور غلامی سے نجات دلانے کے لیے بھیجا۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو سمندر پار کرا کے وادی سینا میں لے آئے اور تعاقب کرتا ہوا فرعون اور اس کا لشکر سمندر (خلیجِ سوئیز) کے بالائی حصہ میں بحیرات مرّہ کے مقام پر غرق ہو گیا۔ اللہ نے بنی اسرائیل کی غذائی ضروریات کے لیے من و سلویٰ اور ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشموں اور رہائش و قیام کے لیے ابر کے سایوں سے نوازا مگر غلامی سے آلودہ بنی اسرائیلی اذہان کفرانِ نعمت پر سرکش رہے۔ اللہ کے مقابلے میں بچھڑا اِن کے دلوں میں آباد رہا اور جب اُنھیں جہاد کے لیے پکارا گیا کہ فلسطین کی طرف نکلو تو ڈر گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ: فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المآئدة) ' اے موسیٰ بس تم اور تمھارا رب، دونوں جاؤ اور لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں '، ان کی حرکتوں اور بداعمالیوں کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو صاف سمجھ میں آ جائے گا کہ یہ نبی کے ماننے والے تو تھے مگر بگڑے ہوئے تھے جیسا کہ آج کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے نام نہاد مسلمان ہیں۔

بنی اسرائیل کی اس روش پر موسیٰ علیہ السلام بہت آزردہ رہے، یہاں تک کہ موت آنے پر اپنے اللہ کے پاس واپس پہنچ گئے، بنی اسرائیل جہاد سے انکار کی پاداش میں چالیس برس اسی وادی میں سرگرداں رہے یہاں تک کہ غلامانہ ذہنیت کی مالک یہ بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی نسل مر، مرا کر ختم ہو گئی اور صحرا کی آزاد فضاؤں میں پل کر جوان ہونے والی اِن کی نسل نے فلسطین پر چڑھائی کی اور اُس پر قبضہ کر لیا، یوں دوبارہ بنی اسرائیل کا عروج شروع ہوا۔ ایک ہزار برس کے دوران رشد و ہدایت کے لیے بنی اسرائیل میں بے شمار انبیا، ایک کے بعد ایک پیہم آتے رہے۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ۵۷۰ برس قبل بنی اسرائیل میں سے آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے۔ پچھلے صفحے پر دیے گئے نقشے میں بعض انبیا کی بعثت کے مقامات دیکھے جا سکتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے اپنے آپ کو یہود (ہدایت یافتہ) کہا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے

والوں نے اپنے لیے نصاریٰ (اللہ کے دین کی مدد کرنے والے) کا لقب اختیار کر لیا، اللہ نے تو ان کا نام مسلم ہی رکھا تھا یہ ان کے اپنے گھڑے ہوئے نام تھے ان ناموں کے لیے اللہ نے اُنھیں کوئی دلیل و سند نہیں دی۔

عیسیٰ علیہ السلام کا اور اُن کے ماننے والوں کا ایمان کے لیے جاں نثاری کا تذکرہ ہم کچھ کر چکے ہیں اور بنی اسرائیل کا تذکرہ بھی اوپر کافی ہو چکا ہے، مزید تفصیل سے اُس وقت ہو سکے گا جب اس کتاب میں 'کاروانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم' یثرب پہنچے گا اور جبریل امین سُوْرَةُ الْبَقَرَة لے کر آئیں گے تو مناسب تفصیلات وہاں آسکیں گی۔ یہاں آغاز میں ہم چار اہم واقعات کو مختصراً بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اِن کی آگہی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمات اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب کو سمجھنے میں کافی مدد ملے گی۔ یہ چاروں واقعات قرآن مجید میں زیرِ بحث آئے ہیں۔ ان چاروں واقعات کا تعلق اُن اہلِ ایمان سے ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ہلا دینے والی آزمائشوں سے دوچار کیے گئے۔ مذکورہ چار واقعات یہ ہیں: ۱-اصحابِ کہف، ۲-اصحاب الاخدود، ۳-ابرہہ کی کعبہ پر چڑھائی اور ۴- فارس (ساسانی) اور اللہ کی پرستار سلطنتِ روما کے درمیان جنگ۔

یوں تو مکہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے صحابہ کرامؓ مار پیٹ قید و بند اور مقاطعہ جیسی آزمائشوں سے دوچار ہوئے مگر مار ڈالے جانے، زندہ جلا دیے جانے، بھوکے درندوں کے آگے پھینکے جانے جیسے دل دہلانے دینے والے مظالم تھے جن سے اہلِ ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے جرم میں مبتلا ہونا پڑا۔

ان چاروں واقعات میں ایک زمانی ترتیب ہے جسے اصل واقعات کی تفصیل جاننے سے پہلے جاننا مفید ہوگا، جسے ہم اگلے صفحے پر پیش کر رہے ہیں۔ اس میں ہر سطر کے شروع میں دیے گئے اعداد سنہ عیسوی ہیں۔

چاروں واقعات کی اس ترتیب میں اِن واقعات سے متعلق کچھ دوسری تاریخی اہمیت کے حامل واقعات کی تواریخ بھی دے دی گئی ہیں جو اِن واقعات کا سبب بنے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش، یثرب کو ہجرت اور غزوہ بدر کی تاریخیں بھی دی گئی ہیں، جو اِن واقعات کا ایک تسلسل ہیں۔

اہلِ ایمان کی آزمائش کے واقعات کی زمانی ترتیب

۵۰ء دقیانوس ظالم بت پرست رومی بادشاہ نے ۳ جنوری کو اہلِ ایمان کو جان سے مارے کا حکم نامہ جاری کیا

۲۵۰ء اصحابِ کہف، چند نوجوان ایمان بچانے کے لیے غار میں آئے

۴۴۶ء غار میں سوئے ہوئے نوجوان ۱۹۶ برس بعد نیند سے جاگے، روم میں اسلام غالب آچکا تھا

۵۲۳ء یمن میں نجران کے مقام پر ذونواس نے ۲۰ ہزار مسلمانوں کو خندقوں میں جلا کر شہید کر دیا

۵۲۵ء جنرل ارياط کی قیادت میں ۷۰ ہزار حبشی فوج نے ذونواس سے بدلہ لینے کے لیے یمن پر حملہ کیا

۵۲۶ء ابرہہ نے ارياط کو مار کر حکومت پر قبضہ کر لیا اور قیصرِ روم سے پروانہ گورنری بھی حاصل کر لیا

۵۶۳ء رومی عیسائی سلطنت میں افرا تفری، فوکاس نے بادشاہ کو قتل کیا اور خود تخت نشین ہو گیا

۵۷۰ء کسی عرب نے ابرہہ کے کلیسا کی بے حرمتی کی جس کے انتقام میں ابرہہ ہاتھیوں کے ساتھ ۶۰ ہزار کی فوج لے کر کعبے کو منہدم کرنے مکہ کو روانہ ہوا۔

۵۷۱ء فروری یا مارچ میں کعبہ سے چند کلو میٹر پہلے ابابیلوں نے کنکر برسا کر ابرہہ کے لشکر کو تباہ کر دیا

۵۷۱ء نبی ﷺ کی پیدائش، واقعہ فیل کے پچاس دن بعد

۶۰۳ء ایران کے بادشاہ خسرو پرویز نے فوکاس کا بدلہ لینے کے بہانے اسلامی سلطنت روما پر حملہ کر دیا

۶۱۰ء نبی ﷺ کی نبوت پر سرفرازی

۶۱۳ء خسرو پرویز نے روم کے ساتھ جنگ کو مجوسیت اور موحدین کے خلاف جنگ قرار دے دیا

۶۱۵ء ایرانی فوجوں نے زبردست پیش قدمی کی جزیرہ نما سینا تک قابض ہو گئیں

۶۲۲ء ہجرتِ مدینہ

۶۲۴ء غزوہ بدر

۶۲۴ء رومیوں نے ایران پر فتح حاصل کر کے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اصحابِ کہف یا غار والے نوجوان (۲۵۰ء نیند کا آغاز اور بے داری ۴۴۶ء)

مستند تاریخی کتب کے مطابق یہ سات نوجوان [15] تھے جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر مسلم ہو چکے تھے، ان کے معاشرے میں ہر سو شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھا۔

اس وقت (۲۴۹ء) کا رومی بادشاہ دقیانوس (Decius) خود بت پرست اور مشرک تھا، موحدین [عیسائیوں] پر ظلم و ستم ڈھانے کے معاملے میں اس کا عہد بہت بدنام ہے۔ ان ایام میں عقیدہ تثلیث اس وقت تک ایجاد نہیں ہوا تھا یہ عقیدہ مدتوں بعد چوتھی صدی عیسوی میں رائج ہوا۔ ان نوجوانوں نے جب دیکھا کہ اہلِ ایمان پر کس طرح سختیاں کر کے انھیں شرک و بت پرستی پر ۳ جنوری ۲۵۰ ء کے فتوے یا حکم نامے کے مطابق مجبور کیا جا رہا ہے تو انھوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے یہ مناسب سمجھا کہ لوگوں کی نظروں سے روپوش ہو جائیں چنانچہ انھوں نے قریبی پہاڑ کے ایک کھلے غار میں روپوش ہو جانے پر اتفاق کر لیا اور اپنے گھر بار چھوڑ کر منتخب کردہ غار میں جا کر پناہ لی اور یہ طے کیا کہ ہم میں سے باری باری ایک شخص اپنا بھیس بدل کر شہر جایا کرے وہاں سے کچھ کھانے کو بھی لے آئے اور اپنے متعلق لوگوں کی چہ میگوئیاں بھی سن آئے اور موجودہ صورت حال سے باقی ساتھیوں کو بھی مطلع کرتا رہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اللہ سے دعا بھی کرتے جاتے تھے کہ ہمیں اس معاملے میں ثابت قدم رکھ اور ہم پر اپنی رحمت فرما اور ہماری صحیح رہ نمائی کے سامان بھی مہیا فرما۔ نوجوان اللہ سے دعا کرتے ہوئے غار میں داخل ہوئے اور آرام کرنے کی خاطر وہاں لیٹ گئے تو اللہ نے ان پر ایک طویل مدت کے لیے نیند طاری کر دی اور ان کے کانوں پر یوں تھپکی دی جیسے ماں لوری سُنا رہی ہو، چناں چہ وہ برس ہا برس تک اسی طرح پڑے سوئے رہے اور یہ ان کی دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے انھیں طویل مدت تک سلا کر حکومت کے ظلم و تشدد سے انھیں نجات دلائی۔

اگرچہ یہ نوجوان اہلِ ایمان سو رہے تھے تاہم اللہ نے اُن کی آنکھیں کھلی رکھی تھیں جس سے دیکھنے والے کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ جاگ رہے ہیں سوئے ہوئے نہیں ہیں پھر غار کے دہانے پر ان کا محافظ کتا بھی ایسے بیٹھے سو رہا تھا جیسے جاگنے کی حالت میں بیٹھا ہو۔ اس کی آنکھیں بھی کھلی تھیں اور

---

۱۵ تفسیرِ مظہری میں ابنِ عباس سے مروی اصحابِ کہف کے نام یہ ہیں: ۱۔ میکس لمی نا ۲۔ یملی خاہ ۳۔ مرطونس ۴۔ سنونس ۵۔ ساری نوس ۶۔ ذونواس ۷۔ کعسط طیونس

ادھر سے کسی کا گزر ہوتا تو اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غار کے اندر کچھ بارعب وہیبت لوگ موجود ہیں اور یہ کتا ان کی رکھوالی کر رہا ہے، اللہ نے اپنے ارادے اور قدرت سے ایک پر ہیبت ماحول بنا دیا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ ایسا وحشت ناک منظر اور تصور تھا کہ وہاں کوئی نزدیک پھٹک جاتا تو لمحہ بھر ٹھہرنے کی جرأت بھی نہ کر پاتا۔ نیند کے اس طویل عرصہ کے دوران ان کی کیفیت بالکل ویسی ہی تھی جیسے ایک عام حالت میں سونے والے کی ہوتی ہے اور وہ حسب ضرورت اور بہ تقاضائے جسم نیند کی حالت میں دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں اپنی کروٹ بدلتا رہتا ہے۔ اسی حالت میں سوئے ہوئے انھیں کم و بیش تین صدیاں گزر گئیں پھر جب اللہ نے چاہا انھیں بے دار کر دیا۔ جاگنے کے بعد ان کا آپس میں پہلا سوال یہ تھا کہ ہم کو اس حالت میں سوئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہوگا؟ اس مدت کے تعین میں ان میں اختلاف واقع ہو گیا اس لیے کہ ان کے پاس یہ مدت معلوم کرنے یا اس کا تعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا سوائے اِس کے کہ وہ دھوپ سے وقت کے متعلق کچھ اندازہ کر سکیں۔ لہذا کسی نے کہا کہ ہم ایک دن رات یا اس سے بھی زیادہ سوئے رہے ہیں اور کسی نے کہا اتنا کب سوئے ہیں بس کوئی چند گھنٹے ہی سوئے ہوں گے۔

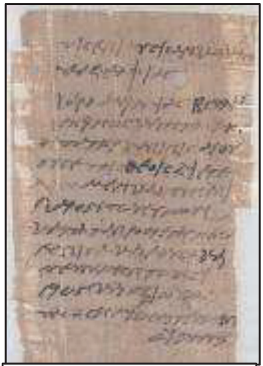

دقیانوس کے ۳ جنوری ۲۵۰ء جاری کردہ فتوے یا حکم نامے کا عکس جس کے تحت یہودیوں کے علاوہ جو بھی بت کے آگے سجدہ کر کے مجسٹریٹ سے سرٹی فی کٹ حاصل نہ کرے گا اُس کو موت کی سزا دی جائے گی۔

تین صدیوں بعد ۴۴۶ء میں جب یہ جاگے تو دقیانوس مر کھپ چکا تھا، سلطنتِ روما نے توحید (عیسائیت) کو سرکاری مذہب کے طور پر قبول کر لیا تھا اور قیصر تھیوڈوسیس (Theodosius) ثانی کا دور تھا۔ جاگنے پر آپس میں انھوں نے کہا کہ اب کوئی شہر جائے اور کھانا لائے اور جو شخص بھی شہر جائے وہ ذرا احتیاط کرے ورنہ ممکن ہے کہ لوگوں کو ہمارا پتا چل گیا تو وہ ہمارے لیے کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دیں گے اور پہلے کی طرح ہمیں بت پرستی پر مجبور کریں گے۔

جب اُس وقت کے ان مسلمانوں میں سے کھانا لانے کے لیے ایک جوان شہر پہنچا تو وہاں دنیا ہی بدل چکی تھی۔ لوگوں کے تہذیب و تمدن، لباس، وضع قطع اور زبان میں نمایاں فرق واقع ہو چکا

تھا جب لوگوں نے اُسے دیکھا تو سب اس کی طرف متوجہ ہوگئے لیکن وہ ان سے گریز کرتا رہا پھر جب اُس نے کھانا خریدنے کے وقت کئی صدیوں پہلے کا سکہ پیش کیا تو دکان دار کو شبہ ہوا کہ شاید اس شخص کو پرانے زمانے کا کوئی دفینہ مل گیا ہے چنانچہ اسی شک وشبہ کی بنا پر لوگوں نے اسے پکڑ کر حکام بالا کے سامنے پیش کر دیا اور جب اس نوجوان نے بھی اپنا بیان دیا تو یہ معاملہ کھلا کہ یہ تو وہی پیروان مسیح ہیں جو کئی صدیاں پیشتر روپوش ہوگئے تھے اور جن کا سراغ نہیں ملا تھا اور ان کے بارے میں نسل در نسل بس کہانیاں ہی کہانیاں چلی آرہی تھیں۔

یہ خبر آناً فاناً ساری عیسائی آبادی میں پھیل گئی، چھپتے وقت وہ اس وقت کے معاشرہ اور حکومت کے مجرم تھے لیکن اس وقت وہ سب کی نظروں میں اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے والے محترم اہلِ ایمان تھے۔ کھانا لانے والا بھی واپس غار میں چلا گیا۔ وہ پھر پہلے کی طرح لیٹ گئے اور وہیں ان کی روح پرواز کر گئی، بدعات پسند لوگوں (۴۴۶ء) نے اس غار کے پاس ایک مسجد یا عبادت خانہ[16] یادگار کے طور پر بنادیا۔ اس واقعے کے بیان کرنے کا مقصد جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں ایمان بالآخرت مستحکم ہو جائے۔ [اس واقعے کی کچھ معلومات پروفیسر عقیل کی کتاب علوم القرآن سے اخذ کی گئی ہیں، www.islamic-i.nfostudies]

بیس ہزار اہلِ ایمان کا آگ میں جلایا جانا (واقعہ اصحاب الاخدود، ۵۲۳ء)

چوتھی صدی کے اختتام (۳۷۰ء) پر عیسائی مبلغین یمن (جس کا پرانا نام حمیر ہے) میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ اسی دور میں ایک عابد و زاہد عیسائی مبلغ فیمیون (Paymiyun) نامی نجران پہنچا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو بت پرستی کی برائی سمجھائی اور اس کی تبلیغ سے اہل نجران عیسائی ہوگئے۔ ان لوگوں کا نظام تین سردار مل کر چلاتے تھے۔ ایک سید ہوتا تھا، جو قبائلی شیوخ کی طرح بڑا سردار جانا جاتا تھا، اُس کے ذمے امورِ خارجہ، معاہدات اور فوجوں کی قیادت تھی۔ دوسرا عاقب،

16 مشرکانہ بدعات کے خوگر راہ گم کردہ اہلِ کتاب کی پہلے بھی یہی روش تھی اور آج کے مسلمانوں کی بھی ہے کہ مقبروں پر مساجد بنائیں اور پھر ایک اللہ وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر صاحبان قبر کو فریاد رسی کے لیے پکارنے لگیں جب کہ اللہ کے رسول نے دمِ مرگ جو وصیت کی وہ یہی تھی کہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ لَا تَجعَلُ قَبرِی وَثَنًا یُعبَدُ اشتَدَّ غَضَبُ اللہِ عَلَی قَومٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنبِیَائِهِم مَسَاجِدَ یرویه الإمام مالك في الموطأ

جو داخلی معاملات کو دیکھتا اور تیسرا اسقف (بشپ) جو مذہبی پیشوا ہوتا تھا۔ جنوبی عرب میں نجران کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔

چھٹی صدی کے اوائل میں (یاد رہے کہ نبی ﷺ اسی چھٹی صدی میں ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے) یمن کا بادشاہ تبان اسعد ابو کرب ایک مرتبہ یثرب گیا جہاں یہودیوں سے متاثر ہو کر اس نے دینِ یہود قبول کر لیا اور بنی قریظہ کے دو یہودی عالموں کو اپنے ساتھ یمن لے گیا۔ وہاں اس نے بڑے پیمانے پر یہودیت کی اشاعت کی۔ اس کا بیٹا ذو نواس اس کا جانشین ہوا اور اس نے نجران پر، جو جنوبی عرب میں عیسائیوں کا مرکز تھا، حملہ کیا تاکہ وہاں سے عیسائیت کا خاتمہ کر دے اور اس کے باشندوں کو یہودیت اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ (ابن ہشام کے مطابق یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے اصل دین پر قائم تھے)۔

۵۲۳ء میں نجران پہنچ کر اس نے لوگوں کو دینِ یہود قبول کرنے کی دعوت دی مگر انھوں نے انکار کیا۔ اس پر اس نے بکثرت لوگوں کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھینک کر جلوا دیا اور بہت سوں کو قتل کر دیا، یہاں تک کہ مجموعی طور پر ۲۰ ہزار آدمی مارے گئے۔ قرآن ان لوگوں کو اصحاب الاخدود[17] یعنی گڑھے والے کہتا ہے، 'گڑھے والے' وہ لوگ ہیں جنھوں نے بڑے بڑے گڑھوں میں آگ بھڑکا کر ایمان لانے والے لوگوں کو ان میں پھینکا۔

نجران کے لوگوں میں اب تک وہ جگہ معروف ہے جہاں اصحاب الاخدود کا واقعہ پیش آیا تھا۔ ام خرق کے پاس ایک جگہ چٹانوں میں کھدی ہوئی کچھ تصویریں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور کعبہ نجران جس جگہ واقع تھا اس کو بھی آج کل کے اہل نجران جانتے ہیں۔ حبشی عیسائیوں نے نجران پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں کعبہ کی شکل کی ایک عمارت بنائی تھی جس کو حرم قرار دیا تھا، اِسے وہ مکہ کے کعبہ کی جگہ

---

۱۷ قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ ﴿۵﴾ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ ﴿۶﴾ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ؕ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ ﴿۸﴾ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ؕ ﴿۹﴾ (البروج) ترجمہ: مارے گئے گڑھے والے، (اُس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ جب کہ وہ اُس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے اُسے دیکھ رہے تھے۔ اور اُن اہلِ ایمان سے اُن کی دشمنی اِس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اُس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے، جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے، اور وہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے

مرکزی حیثیت دینا چاہتے تھے۔ اس کے اساقفہ (مذہبی رہنما اور علما) عمامے باندھتے تھے۔ رومی سلطنت بھی اس کعبہ کے لیے مالی اعانت بھیجتی تھی۔ اسی کعبۂ نجران کے پادری اپنے سید، عاقب اور اسقف کی قیادت میں مناظرے کے لیے نبی ﷺ کے پاس آئے تھے اور مباہلہ کا وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن آیت ۶۱ میں آیا ہے[۱۸]۔

ابرہہ کی کعبہ پر چڑھائی اور ہزیمت (اوائل ۵۷۱ء)

۵۲۳ء نجران میں یمن کے یہودی فرمانروا 'ذونواس' نے مسلمانوں پر جو ظلم کیا تھا اس کا بدلہ لینے کے لیے حبش کی عیسائی [اہلِ کتاب] حکومت نے ۵۲۵ء میں یمن پر حملہ کر کے حمیری حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور اس پورے علاقے پر حبشی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ یہ ساری کارروائی رومی سلطنت اور حبش کی حکومت کے باہم تعاون سے ہوئی تھی، ہوا یوں کہ اہل نجران میں سے ایک شخص دوس ذوالثعلبان بھاگ نکلا اور اُس نے قیصر روم کے پاس جا کر اِس ظلم کی شکایت کی۔ قیصر نے حبش کے بادشاہ نجاشی کو بحری بیڑہ فراہم کیا اور آخر کار حبش کی ۷۰ ہزار فوج اریاط نامی ایک جنرل کی قیادت میں **۵۲۵ء** میں یمن پر حملہ آور ہوئی، ذوانوس مارا گیا، یہودی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور یمن حبش کی عیسائی سلطنت کا ایک حصہ بن گیا۔ فوج میں شامل ایک آفیسر 'ابرہہ' اور اریاط باہم لڑ پڑے، ابرہہ نے اریاط کو قتل کر دیا اور خود ملک پر قابض ہو گیا اور پھر اس نے شاہ حبش کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اُسی کو یمن پر اپنا گورنر مقرر کرے۔ یہ شخص رفتہ رفتہ یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا، مگر برائے نام اس نے شاہ حبش کی بالادستی تسلیم کر رکھی تھی۔

۵۴۳ء میں وہ سدِّ مارب کی مرمت سے فارغ ہوا تو اس نے ایک عظیم الشان جشن منایا جس میں قیصر روم، شاہ ایران، شاہ حیرہ اور شاہ غسان کے سفرا شریک ہوئے۔ یمن میں پوری طرح اپنا اقتدار مضبوط کر لینے کے بعد ابرہہ نے اس مقصد کے لیے کام شروع کر دیا جو اس مہم کی ابتدا سے رومی سلطنت اور اس کے حلیف حبشی عیسائیوں کے پیش نظر تھا، یعنی ایک طرف عرب میں عیسائیت

---

۱۸ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ [سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن آیت ۳] ترجمہ: اے محمد ﷺ! اُن سے کہو کہ " آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو"

پھیلانا اور دوسری طرف اس تجارت پر قبضہ کرنا جو بلادِ مشرق اور رومی مقبوضات کے درمیان عربوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ یہ ضرورت اس بنا پر اور بڑھ گئی تھی کہ ایران کے ساتھ روم کی کش مکشِ اقتدار نے بلادِ مشرق سے رومی تجارت کے دوسرے تمام راستے بند کر دیے تھے۔ ابرہہ نے اس مقصد کے لیے یمن کے دارالسّلطنت صنعا میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کرایا۔ اس کام کی تکمیل کے بعد اس نے شاہ حبش کو لکھا کہ میں عربوں کا حج کعبہ سے کلیسا کی طرف موڑے بغیر نہ رہوں گا۔ اس نے یمن میں علی الاعلان اپنے اس ارادے کا اظہار کیا اور اس کی منادی کرادی۔ ابرہہ کا یہ اعلان سخت اشتعال انگیز تھا، اس کے اس اعلان پر غضب ناک ہو کر ایک عرب نے کسی نہ کسی طرح کلیسا کے اندر جا کر رفع حاجت کر ڈالی[19]۔

۵۷۰ء جب ابرہہ کے پاس یہ خبر پہنچی تو اس نے قسم کھائی کہ میں جب تک کعبے کو ڈھا نہ دوں چین سے نہ بیٹھوں گا اس کے بعد وہ اواخر ۵۷۰ء میں ساٹھ ہزار فوجی اور تیرہ ہاتھی لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں پہلے یمن کے ایک سردار ذو نفر نے عربوں کا ایک لشکر جمع کر کے اس کی مزاحمت کی، مگر وہ شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ پھر خثعم کے علاقے میں ایک عرب سردار نفیل بن حبیب خثعمی اپنے قبیلے کو لے کر مقابلے پر آیا، مگر وہ بھی شکست کھا کر گرفتار ہو گیا اور اس نے اپنی جان بچانے کے لیے بدرقہ [راہ بتانے اور معلومات فراہم کرنے] کی خدمت انجام دینا قبول کر لیا۔ طائف کے قریب پہنچا تو بنی ثقیف کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ ان کے معبود، لات کا مندر بھی تباہ نہ کر دے۔ چنانچہ ان کا سردار مسعود ایک وفد لے کر ابرہہ سے ملا اور اس نے کہا کہ ہمارا بت کدہ وہ معبد نہیں ہے جسے آپ ڈھانے آئے ہیں، وہ تو مکہ میں ہے، اس لیے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں، ہم مکہ کا راستہ بتانے کے لیے آپ کو بدرقہ فراہم کیے دیتے ہیں۔ ابرہہ نے یہ بات قبول کر لی اور بنی ثقیف نے ابو رغال نامی ایک آدمی کو اس کے ساتھ کر دیا۔ جب مکہ تین کوس رہ گیا تو المغمس نامی مقام پر پہنچ کر ابو رغال مر گیا اور عرب مدتوں تک اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے۔ بنی ثقیف کو بھی وہ برس ہا برس تک طعنے دیتے رہے کہ انھوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لیے بیت اللہ پر

---

۱۹ سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحبِ تفہیم القرآن لکھتے ہیں کہ "یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ ابرہہ نے خود اپنے کسی آدمی سے خفیہ طور پر ایسی کوئی حرکت کرائی ہو تاکہ اسے مکہ پر چڑھائی کرنے کا بہانہ مل جائے اور اس طرح وہ قریش کو تباہ اور تمام اہلِ عرب کو مرعوب کر کے اپنے دونوں مقاصد حاصل کر لے"۔

حملہ کرنے والوں سے تعاون کیا۔ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایااور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ کر لے گیا جن میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطّلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک ایلچی کو مکہ بھیجا اور اس کے ذریعے اہل مکہ کو پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر (کعبہ) کو ڈھانے آیا ہوں۔ اگر تم نہ لڑو تو میں تمھاری جان و مال سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔ نیز اس نے اپنے ایلچی کو ہدایت کی کہ اہل مکہ اگر بات کرنا چاہیں تو ان کے سردار کو میرے پاس لے آنا۔ مکے کے سب سے بڑے سردار اس وقت عبدالمطّلب تھے۔ ایلچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ انھوں نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے، وہ چاہے گا تو اپنے گھر کو بچالے گا۔ ایلچی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ اس قدر وجیہہ اور شان دار شخص تھے کہ ان کو دیکھ کر ابرہہ بہت متاثر ہوا اور اپنے تخت سے اتر کر ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لیے گئے ہیں وہ مجھے واپس دے دیے جائیں۔ ابرہہ نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر تو میں بہت متاثر ہوا تھا، مگر آپ کی اس بات نے آپ کو میری نظر سے گرا دیا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ گھر جو آپ کا اور آپ کے دین آبائی کا مرجع ہے۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ انھوں نے کہا میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انھی کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔ رہا یہ گھر، تو اس کا ایک رب ہے، وہ اس کی حفاظت خود کرے گا۔ ابرہہ نے جواب دیا وہ اس کو مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبدالمطّلب نے کہا آپ جانیں اور وہ جانے۔ یہ کہہ کر وہ ابرہہ کے پاس سے اٹھ آئے اور اس نے ان کے اونٹ واپس کر دیے[۲۰]۔

۲۰ عبدالمطّلب کا یہ جواب اُن کی بزدلی یا کم زوری کا اظہار نہیں تھا، اگر اُنھیں اپنی بہادری پر اعتماد کر کے اپنے پانچ ہزار سے کم اہلِ مکہ کے ساتھ ابرہہ کی ۶۰ ہزار لوہے میں غرق فوج کا مقابلہ کرنا ہوتا تو وہ کسی تدبیر سے گوریلا وار کا انداز اختیار کرتے نہ کہ ۶۰ ہزار کے روبرو آکر جنگی چالوں کی زبان میں خود کشی کی نادانی! دراصل اُن کا اپنے اور کعبے کے رب پر ایمان بہت زیادہ مضبوط تھا، اتنا مضبوط کہ وہ سر کی آنکھوں سے ابرہہ کو اللہ کے ہاتھوں رسوا ہوتا دیکھ رہے تھے لہٰذا انھیں اُن کے ایمان و علم نے کعبہ کے بارے میں مطمئن اور بے پرواہ کر دیا تھا جب کہ اونٹوں کا معاملہ یہ نہیں تھا۔ اگر اپنے رب کی جانب سے حفاظتِ کعبہ کے یقین اور بہادری کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز نہ ہوتے تو اپنے دشمن کے سامنے کیوں آتے اور کیوں اس جرات و بہادری کے ساتھ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُسے بتاتے کہ اُس گھر کا مالک کوئی اور ہے جو اُس کی حفاظت کرلے گا [بے وقوف نہ بن واپس جا] اس بات کو کہنے

ابرہہ کی لشکر گاہ سے واپس آکر عبد المطّلب نے قریش سے کہا کہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں تاکہ ان کا قتلِ عام نہ ہو جائے۔ پھر وہ اور قریش کے چند سردار حرم میں حاضر ہوئے اور کعبے کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر اور اس کے خادموں کی حفاظت فرمائے۔ اس وقت خانۂ کعبہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے۔ مگر یہ لوگ اس نازک گھڑی میں اُن سب کو بھول گئے اور انھوں نے صرف اللہ کے آگے دستِ سوال یوں کہتے ہوئے دراز کیا: اے میرے رب! تیرے سوا میں اُن کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اے میرے! رب ان سے اپنے حرم کی حفاظت کر اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔ اپنے گھر کو تباہ کرنے سے ان کو روک دے۔ یہ دعائیں مانگ کر عبد المطّلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں میں چلے گئے

فروری/مارچ ۵۷۱ء دوسرے روز ابرہہ مکے میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھا، مگر اس کا خاص ہاتھی محمود، جو آگے آگے تھا، یکایک بیٹھ گیا۔ اس کو بہت تیر مارے گئے، آنکسوں سے کچو کے دیے گئے، یہاں تک کہ اسے زخمی کر دیا گیا، مگر وہ نہ ہلا، اسے جنوب، شمال، مشرق کی طرف موڑ کر چلانے کی کوشش کی جاتی تو وہ دوڑنے لگتا، مگر مکے کی طرف موڑا جاتا تو وہ فوراً بیٹھ جاتا اور کسی طرح آگے بڑھنے کے لیے تیار نہ ہوتا تھا۔ اتنے میں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگ ریزے لیے ہوئے آئے اور لشکر پر اُن کی بارش کر دی۔ جس پر بھی یہ کنکر گرتے اس کا جسم گلنا شروع ہو جاتا۔ یہ چیچک کی مانند بدرجہا ہول ناک، تکلیف دہ اور جان لیوا مرض تھا اور بلادِ عرب میں سب سے پہلے چیچک اسی برس دیکھی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس پر کوئی کنکری گرتی اسے سخت کھجلی لاحق ہو جاتی اور کھجاتے ہی اس کی جلد پھٹتی اور گوشت جھڑنا شروع ہو جاتا۔ خود ابرہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا اور جہاں سے کوئی ٹکڑا گرتا وہاں سے پیپ اور لہو بہنے لگتا۔ افراتفری میں ان لوگوں نے یمن کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ نفیل بن حبیب خثعمی کو، جسے یہ لوگ بدرقہ بنا کر بلادِ خثعم سے پکڑ لائے تھے، تلاش کر کے انھوں نے کہا کہ واپسی کا راستہ بتائے۔ مگر اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا

کا یہ ایک حکیمانہ اسلوب تھا کہ اونٹوں کی تمثیل سے بتائیں کہ ہر مالک اپنی چیز کی فکر کرتا ہے، وگرنہ اللہ کی جانب سے زم زم کے کنویں کی اطلاع پانے والے اس سردارِ عرب کے لیے دو سو اونٹ کیا حقیقت رکھتے تھے جو ابھی کچھ ہی عرصہ قبل اپنے بیٹے عبد اللہ کے لیے ۱۰۰ اونٹ قربان کر کے سارے اہلِ مکہ پر تقسیم کر چکا تھا [مصنف]

اين المفر و الله له الطالب — والاشرم المغلوب ليس الغالب

اب بھاگنے کی جگہ کہاں ہے جب کہ اللہ تعاقب کر رہاہو اور نکٹا (ابرہہ) مغلوب ہے، غالب نہیں ہے۔

اس بھگدڑ میں جگہ جگہ یہ لوگ گر، گر کر مرتے رہے۔ تین چار برس کے اندر یمن سے حبشی اقتدار ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اصحاب الفیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا تھا اور نبی ﷺ کی ولادت واقعۂ فیل کے ۵۰ دن بعد ہوئی۔ نبی ﷺ اہلِ مکہ کے سامنے اللہ تعالی کی ہدایت پر اُس کی حاکمیت اور قدرت کی دلیل کے طور پر اس واقعے کو پیش کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے نبوت کے پہلے برس ہی میں سُوْرَۃُ الْفِیْل نازل فرمائی جس میں اس واقعے سے استدلال کیا ہے۔[واقعہ فیل تفہیم القرآن سے ماخوذ ہے]

آتش پرست فارس (ساسانی) اور اللہ کی پرستار سلطنتِ روما کے درمیان جنگ ۵۶۳ء

نبی ﷺ کی نبوت سے ۸ برس پہلے کا واقعہ ہے کہ قیصر روم ماریس (Maurice) کے خلاف بغاوت ہوئی اور ایک شخص فوکاس (Phocas) تخت سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اس واقعہ سے ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو روم پر حملہ آور ہونے کے لیے بہانہ مل گیا۔ قیصر ماریس اس کا محسن تھا۔ اسی کی مدد سے پرویز کو ایران کا تخت نصیب ہوا تھا۔ اس بنا پر اس نے اعلان کیا کہ میں غاصب فوکاس سے اس ظلم کا بدلہ لوں گا۔ ۶۰۳ء میں اس نے سلطنت روم کے خلاف جنگ کا آغاز کیا اور چند برس کے اندر وہ فوکاس کی فوجوں کو پے درپے شکست دیتا ہوا ایک طرف ایشیائے کوچک میں ایڈیسا (موجودہ اُورفا) تک اور دوسری طرف شام میں حلب اور انطاکیہ تک پہنچ گیا۔ روم کے اعیان سلطنت یہ دیکھ کر کہ فوکاس ملک کو نہیں بچا سکتا، افریقہ کے گورنر سے مدد کے طالب ہوئے۔ اس نے اپنے بیٹے ہرقل (Heraclius) کو ایک طاقت وربیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ بھیج دیا۔ اس کے پہنچتے ہی فوکاس معزول کر دیا گیا، اس کی جگہ ہرقل قیصر بنایا گیا یہ ۶۱۰ء کا واقعہ ہے، اور وہی سال ہے جس میں نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔

۶۱۳ء خسرو پرویز نے اب اس جنگ کو مجوسیت اور مسیحیت کے درمیان مذہبی جنگ کا رنگ دے دیا۔ ہرقل آکر اس سیلاب کو نہ روک سکا۔ تخت نشین ہوتے ہی پہلی اطلاع جو اسے مشرق سے

ملی وہ انطاکیہ پر ایرانی قبضے کی تھی۔ اس کے بعد ۶۱۳ء میں دمشق کا سقوط ہوا، جس کے بعد ۶۱۴ء میں بیت المقدس پر قبضہ کرکے ایرانیوں نے مسیحی دنیا پر قیامت ڈھادی۔ ۹۰ ہزار عیسائی اس شہر میں قتل کیے گئے۔ ان کا سب سے زیادہ مقدس کلیسا، کینستہ القیامہ (Holy Sepulchre) برباد کردیا گیا۔ اصلی صلیب، جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اسی پر مسیح نے جان دی تھی، مجوسیوں نے چھین کر مدائن پہنچادی۔ لاٹ پادری زکریاہ کو بھی پکڑ لے گئے اور شہر کے تمام بڑے بڑے گرجوں کو انھوں نے مسمار کردیا۔

۶۱۵ء اس فتح کے بعد ایک برس کے اندر اندر ایرانی فوجیں سلطنتِ روما کے زیرِ نگیں علاقہ جات اردن، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقے پر قابض ہوکر حدود مصر تک پہنچ گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ معظمہ میں ایک اور اس سے بدرجہا زیادہ تاریخی اہمیت رکھنے والی جنگ برپا تھی۔ یہاں توحید کے علم بردار سیّدنا محمد ﷺ کی رہ نمائی میں، اور شرک کے پیروکار سردارانِ قریش کی قیادت میں ایک دوسرے سے ایک نظریاتی جنگ میں برسرپیکار تھے، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ۶۱۵ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنا گھر بار چھوڑ کر حبش کی عیسائی سلطنت میں (جو روم کی حلیف تھی) پناہ لینی پڑی۔ اس وقت سلطنت روم پر ایران کے غلبے کا چرچا ہر زبان پر تھا۔ مکے کے مشرکین اس پر بغلیں بجارہے تھے اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ دیکھو ایران کے آتش پرست فتح پارہے ہیں اور وحی اور رسالت کو ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے چلے جارہے ہیں۔ اسی طرح ہم عرب کے بت پرست بھی تمھیں اور تمھارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔

[اس باب کے واقعات کے لیے تفہیم القرآن، الرحیق المختوم کے علاوہ انسائیکلوپیڈیاز کے مستند آرٹیکلز سے استفادہ کیا گیا ہے]

☆☆☆☆☆